21

انسان کو اپنے اعمال کی حقیقت معلوم ہونی چاہیئے

(فرمودہ 24 ستمبر 1943ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"انسانی قلوب مختلف حالات کے ماتحت مختلف تاثرات کو اختیار کرتے ہیں اور یہی ایک ایسی چیز ہے جو کہ انسان کو بسا اوقات خطرہ سے بچاتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بعض اوقات انسان ایسا ہوتا ہے کہ وہ نیکی میں اتنا بڑھتا ہے کہ اس کے جنتی ہونے میں کسی کو شک نہیں رہتا اور وہ جنت کے عین دروازے پر جا پہنچتا ہے مگر اس کے اندر کوئی ایسی بات مخفی ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے اس کا جنت میں جانا بالکل انصاف کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ پس آخری وقت میں اسے دوزخ کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ بعض اوقات انسان ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی نافرمانی کی وجہ سے ایک خوفناک شرارت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دنیا اس کے متعلق یہ خیال کرتی ہے کہ یہ دوزخ کی طرف جا رہا ہے لیکن اس کے اندر بھی ایک ایسی نیکی مخفی ہوتی ہے جو اس کو جھٹکا لگا کر آخرکار نیکی کی طرف مائل کر کے جنت میں پہنچا دیتی ہے۔[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہمیں ایک سبق حاصل ہوتا ہے کہ ہمیں اپنے کسی کام پر تکبر اور خودپسندی نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ انسانی اعمال کو بعض ناموں سے بھی غلطی لگ جاتی ہے اور انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یہ کام مَیں نے کئے ہیں، مَیں نے نیکی کی ہے، مَیں نے احسان کیا ہے، مَیں نے ایثار کیا ہے، مَیں نے خدا

کی عبادت کی۔ حالانکہ ان تمام چیزوں کے متعلق توفیق خدا تعالیٰ کی عنایت کردہ ہوتی ہے اور یہ خدا تعالیٰ خود کرتا ہے۔ لیکن چونکہ بعض دفعہ انسان کے ساتھ دلجوئی کا معاملہ کیا جاتا ہے اس لئے ان کے نام انسان کی طرف منسوب کر دیئے جاتے ہیں تو جہاں تک بھی ہم غور کرتے ہیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے معاملات کے نام معنوی ہیں حقیقی نہیں کیونکہ حقیقت میں فاعل تو خدا تعالیٰ کی ذات ہی ہوتی ہے اور ان کا نام عبادت محض انسان کی دلجوئی کے لئے رکھا جاتا ہے۔ ورنہ نہ خدا اور بندے کے تعلقات میں کوئی ایثار پایا جاتا ہے اور نہ کوئی نیکی اور نہ کوئی عبادت۔ اگر ہم ذرا بھی غور کر کے دیکھیں تو ایثار ایک قرضے کے جزو کی ادائیگی کا نام ہے۔ خدا نے تو ہماری دلجوئی اور مایوسی کو دور کرنے کے لئے ان کے نام اچھے رکھ دیئے ہیں۔ کہیں اس کا نام اخلاق رکھا ہے، کہیں نیکی رکھا ہے، کہیں تقویٰ۔ غرض محض ہمارے دلوں میں ڈھارس بندھانا ہوتی ہے۔ پس ہماری ان نیکی اور بدی کے حالات کو دیکھتے ہوئے جو ہمارے اندر مایوسی طاری ہونی تھی خدا تعالیٰ ان اچھے ناموں سے اس پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ تاہم اس کو دیکھتے ہوئے حوصلہ کریں۔ لیکن یہ امر بیوقوفی کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ جب ہم یہ خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ یہ نیک کام ہم نے کیا ہے اور وہ نیک کام ہم نے کیا ہے۔ حالانکہ سب نیک کام خدا تعالیٰ خود کرتا ہے۔ البتہ اس حد تک لطف اٹھانا کہ ہم نے تو کوئی کام نہیں کیا لیکن آقا نے اس کو کام کہا ہے، جائز ہے۔ الف لیلہ میں سندباد جہازی اور ایک سندباد برّی ایک مزدور کا واقعہ بیان ہؤا ہے۔ لکھا ہے کہ مزدور تھک گیا اور اس کے دروازے کے آگے اس نے بوجھ اتار دیا۔ وہ بہت بھوکا تھا۔ دل میں خیال کرنے لگا کہ یہ عجیب زندگی ہے سارا دن بوجھ اٹھاتا ہوں لیکن شام کو پیٹ بھر کر کھانا بھی میسر نہیں آتا۔ سامنے کے محل پر اس نے سندباد جہازی لکھا دیکھا۔ دل میں خیال کیا کہ یہ بھی ایک سندباد جہازی ہے جس کے محل میں دعوتیں اڑ رہی ہیں۔ غرباء کا ہجوم ہو رہا ہے، صدقہ و خیرات ہو رہے ہیں۔ اور ایک مَیں سندباد ہوں کہ بھوکا مر رہا ہوں۔ اسی اثناء میں سندباد جہازی نے اس کو بلایا اور کہا کہ بھوکے ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ اس نے اس کے لئے دستر خوان لگوایا۔ اور عجیب قسم کی تھالیاں لگائی گئیں۔ اور نوکروں کو کھانا لانے کے لئے کہا۔ لیکن ساتھ ہی تاکید کر دی کہ ڈش خالی لائے جائیں۔

جب تمام برتن لگ گئے تو اس نے مزدور سندباد برّی کو کھانے کے لئے کہا اور کھانے کی تعریف کرنی شروع کی۔ اور کہنے لگا کہ یہ مرغ چکھو نہایت ہی لذیذ پکا ہے۔ یہ پلاؤ کھاؤ بہت ہی اعلیٰ ہے۔ حالانکہ ڈش بالکل خالی تھے۔ وہ بیچارا آگے ہی بھوکا تھا اور اس طرح خالی تعریف کئے جانے سے اس کی بری حالت ہو گئی مگر وہ بھی اس کی طرح خوش مزاج تھا۔ اس لئے اسی کی طرح تعریف کرتا رہا کہ ہاں صاحب نہایت ہی عمدہ کھانا ہے، بہت لذیذ ہے۔ جب اس سندباد جہازی نے معلوم کر لیا کہ یہ خوش مذاق آدمی ہے تو اس کو اصل کھانا بھی کھلایا۔ اس مزدور کا اس کھانے کی تعریف کرنا اس کی خوش مذاقی کی دلیل تھا۔ لیکن اگر وہ اس کو سچ مچ کھانا سمجھتا تو ہم اسے پاگل کہتے۔ اسی طرح اگر ہم بھی خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے کام گننے لگیں تو ہماری بیوقوفی ہو گی۔ جہاں تک خوش مذاقی کا سوال ہے ہم سچے ہیں ورنہ ہمارے قرضے کی ادائیگی کے نام خدا نے شکر، احسان، عبادت رکھ دیئے ہیں اور جہاں تک ہم اس نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ باوجود آپ کر کے پھر وہ کہتا ہے کہ یہ کام تم نے کیا۔ اس حد تک تو ہم سچے ہیں لیکن اگر یہ وہم ہونے لگ جائے کہ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا، ہم نے نیکی کی، ہم نے خدا کی عبادت کی۔ تو یہ جنون ہے۔ یہ تو محض خدا کی دین اور فضل ہے۔ وہ خود اس کے لئے سامان مہیا کرتا ہے اور پھر اس کا نام لوگوں کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ جیسے بعض لوگ ہمارے سامنے ہدیہ پیش کرتے ہیں اور بعض لوگ اپنے بچوں کے ہاتھ میں کوئی چیز دے کر کہتے ہیں کہ یہ تم پیش کرو۔ تو دراصل وہ کام باپ کا ہوتا ہے بچہ کا نہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے جو اِیَّاكَ نَعْبُدُ 2 فرمایا وہ تو صرف خدا نے ہمیں سکھایا ہے۔ جیسے ہدیہ دینے میں خوبی اور کمال کا تعلق بچہ کے ساتھ نہیں اسی طرح عبادت کے اخلاص کے ساتھ انسان کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ سب کچھ خدا نے سکھایا تھا۔ ہم نے تو صرف ان کو دہرایا ہے اور دہرانا کوئی اپنی ذات میں خوبی نہیں۔ خوبی اسی میں ہے جو اس کو پہلے بیان کرتا ہے۔

تو انسانی اعمال ایسے ہیں کہ انسان بسا اوقات ان سے دھوکہ کھا جاتا ہے اور اسی جوش میں بعض اوقات آکر کہتا ہے کہ میں نے جائداد کو چھوڑا۔ میں نے رشتہ داروں کو چھوڑا۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ یہ چیزیں اس کے پاس کہاں سے آئیں۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ میں نے ماں باپ کو

چھوڑا تو اس کے پاس وہ کہاں سے آئے تھے۔ اسی وہم میں مبتلا ہوتے ہوئے میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے۔ جو نمازوں کے تارک تھے اور زکوٰۃ بھی ادا نہیں کرتے تھے مگر کہتے تھے کہ میں نے پہلے زمانہ میں حضرت صاحب کی بڑی خدمت کی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ عبادت کو قبول کرنے کی طاقت ہم نے کہاں سے لی تھی۔ مٹی نقش کو اس لئے قبول کرتی ہے کہ خدا نے اسے ایسا بنایا ہے۔ مٹی کے اندر تو خدا نے طاقت دی ہے وہ اثر قبول کر لیتی ہے لیکن لوہا کیوں نہیں قبول کر لیتا؟ اس لئے کہ اس کے اندر خود کوئی طاقت نہیں۔ اور خدا نے اس کو قبول کرنے کی طاقت عطا نہیں فرمائی۔ ایک بزرگ نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ

خود بر سر بازار خریدار بر آمد

اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ خدا ہی مٹی ہے اور وہی بناتا ہے تو یہ بیہودہ ہو گا اور اگر یہ مفہوم کہ خدا ہی سب کچھ دیتا ہے اور بناتا ہے اور پھر لے لیتا ہے اور دیتا ہے اور پھر خود ہی کہتا ہے کہ مَیں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں تو یہ درست ہے۔ تو انسانی اعمال اور خدمات سارے خدا تعالیٰ کے ہی کئے ہوئے کام ہیں۔ بعض دفعہ وہ تحفہ دے کر کہتا ہے کہ یہ تم خود کھا لو اور بعض دفعہ وہ ہمیں تحفہ دے کر کہتا ہے کہ یہ میرے سامنے پیش کرو۔

خدا تعالیٰ بندے کے ساتھ جس قسم کی تجارت کا معاملہ کرتا ہے وہ عجیب ہے۔ وہ پہلے ایک چیز بندہ کو دیتا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ اسے میرے پاس بیچو۔ حالانکہ آپ ہی وہ چیز دیتا ہے اور آپ ہی اس کا خریدار بن جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ 3 حالانکہ مال اور جان سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہؤا ہے۔ بعض بندے بھی خدا تعالیٰ کی نقل کرتے ہیں لیکن نقصان دہ طور پر۔ ہندوستان میں بعض تاجر زکوٰۃ عجیب طور سے نکالتے ہیں۔ زکوٰۃ کی اشرفیاں یا روپے وغیرہ نکال کر گھڑے میں ڈال دیتے ہیں اور اوپر گندم ڈال کر ملاں کو بلا کر کہتے ہیں کہ یہ زکوٰۃ لے لو۔ جب وہ لے جانے لگتا ہے تو کہتے ہیں کہ تم کہاں گھڑے کو اٹھائے پھرو گے۔ ہم تمہیں اس گھڑے کی زیادہ قیمت ادا کر دیتے ہیں۔ ان کو ہمارے پاس ہی رہنے دو۔ اس ملاں کو اس حقیقت

کا علم ہوتا ہے لیکن وہ اس خیال سے کہ میرے جیسے اس کو اَور بہت سے ملاں مل سکتے ہیں۔ اگر مَیں نے یہ قیمت نہ لی تو یہ اَور کسی کو دے دے گا۔ وہ تاجر کی بتائی ہوئی قیمت پر ہی وہ گھڑا اسے دے دیتا ہے۔ تو اس قسم کے فعل کے بعد یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ یہ تو خدا کے فعل کی بھونڈی نقل ہے۔ اللہ تعالیٰ تو پہلے بندہ کو تحفہ دیتا ہے پھر اس کو زیادہ قیمت پر خریدتا ہے۔ مگر یہ لوگ خدا کا مال دوسرے کو اپنا کر کے دیتے ہیں اور پھر ادنیٰ قیمت پر اسے خریدتے ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ کی تجارت کی عجیب کیفیت ہے۔ وہ خود ہی چیز دیتا ہے اور پھر اس کو خود ہی خریدتا ہے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۔4 یعنی اگر تم ہماری اس تجارت پر شکر گزار ہو گے تو اس شکر گزاری کے نتیجہ میں ہم تم کو مزید قیمت دیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ بندہ کو تحفہ دیتا ہے اور پھر خریدتا ہے۔ اور پھر جب بندہ شکر گزار ہوتا ہے تو دوسری دفعہ اس کی قیمت دیتا ہے۔ پھر وہ شکر گزار ہوتا ہے تو تیسری دفعہ اس شے کی قیمت دیتا ہے۔ اسی طرح بار بار ہوتا رہتا ہے۔ غرضیکہ خدا تعالیٰ کے تحائف بے شمار ہیں۔ جو کبھی ختم ہونے میں نہیں آتے۔ ایران کے ایک بادشاہ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ کسی کام پر خوش ہوتا تو زِہ کہتا۔ اور جس کے متعلق زِہ کہتا اسے تین ہزار درہم انعام دیتا۔ ایک دفعہ وہ ایک بڈھے کے پاس سے گزرا جو ایک درخت لگا رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ تمہاری تو عمر بھی بہت ہو گئی ہے اور درخت وہ لگا رہے ہو جس کے پھل کھانے کی تمہیں امید نہیں۔ بڈھے نے کہا کہ بادشاہ ہمارے اگلوں نے لگائے، ہم نے کھائے۔ ہم لگائیں گے، ہمارے بچے کھائیں گے۔ بادشاہ نے کہا زِہ اور اس کے بعد انعام دیا۔ بڈھے نے کہا کہ بادشاہ آپ نے کہا تھا کہ میں پھل نہیں کھاؤں گا مَیں نے تو اپنے درخت کا پھل وقت سے پہلے کھا لیا۔ بادشاہ نے کہا زِہ اور پھر انعام دیا۔ بڈھے نے کہا دیکھئے بادشاہ اور لوگ تو اپنے درخت کا پھل سال میں ایک دفعہ کھاتے ہیں لیکن مَیں نے ابھی ابھی دو دفعہ کھا لیا۔ بادشاہ نے کہا زِہ اور انعام دے کر کہا کہ اس بڈھے کے پاس سے چلو ورنہ یہ ہمیں لوٹ لے گا۔ یہ تو انسانی خزانے والے کا حال تھا لیکن اللہ تعالیٰ ہر بندے کے ساتھ اسی طرح کرتا ہے۔ اس کو کہتا ہے کہ اگر تم شکر کرو

تو تم کو زیادہ دیں گے اور پھر جب تم کہتے رہو گے کہ خدا نے ہم پر نعمت کی تو ہم تم کو اور دیں گے۔ تو انسان کو اپنے اعمال کی اصل حقیقت معلوم کرنی چاہیئے کہ وہ تو کچھ بھی نہیں۔ صرف خدا نے نام اچھے رکھ دیئے ہیں۔ جس طرح بچہ کو ہم اٹھا لیتے ہیں۔ اس وقت بچہ بھی مزا اٹھا رہا ہوتا ہے کہ میں اونچا ہو گیا اور ہم بھی۔ اگر اس وقت بچہ حقیقتاً اپنے آپ کو اونچا سمجھے یا ہم اس کو واقعی بلند خیال کریں تو یہ جنون ہو گا۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم نے نماز پڑھی، جہاد کیا، تبلیغ کی لیکن جہاں تک اس کی اصلیت کا سوال ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نماز پڑھواتا، وہی جہاد کرواتا اور وہی تبلیغ کرواتا ہے۔" (الفضل 3 نومبر 1943ء)

1: بخاری کتاب القدر باب ماجاء فی القدر ، کتاب بدء الخلق باب ذکر الملٰئکة صلوٰت اللہ علیھم

2: : الفاتحة: 5

3: التوبة: 111

4: ابراھیم: 8